

جم خانہ کلب کا ایکشن!

تہذیب بذاتِ خود کیا ہے۔ زندگی گزارنے کا سلیقہ کسے کہتے ہیں۔ آدابِ مجلس کی فہم کیا ہے۔ شعار سے اٹھنے بیٹھنے کا طور کیا ہے۔ سب کچھ ہم اپنے گھر کے ماحول سے کشید کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی حد درجہ صائب ہے کہ عملی زندگی میں آکر بہت زیادہ سیکھنے کو ملتا ہے۔ عمل اور عمل سماجی اٹھان پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ آپ عملی میدان میں کس پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے بھی انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک فطری عمل ہے۔ بالکل اسی طرح آپ سماجی تعلقات کے زیر اثر، یا کھینے کے شوق کو پورا کرنے کیلئے، یا مونہہ کا ذائقہ تبدیل کرنے کیلئے ”کلب“ سے بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ شائد اثر انداز کا لفظ مناسب نہیں۔ زندگی میں کسی نہ کسی سماجی بیٹھک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس بیٹھک میں لوگوں سے ملتے ہیں۔ گفتگو ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کو جانتے یا گناہ دینے کا موقع ملتا ہے اور ان جگہوں سے بہت کچھ سیکھا جاتا ہے۔ لاہور میں جمنانہ کلب اسی طرز کی ایک اعلیٰ جگہ ہے۔ وسیع و عریض زمین قطعہ پر آباد ایک پورا جہاں۔ گزشتہ اٹھائیں برس سے اس کا ممبر ہوں۔ شروع میں وہاں بہت آنا جانا تھا۔ مگر اب عرصہ دراز سے بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے۔ افتخار احمد، عارف خان، چوہدری کریم، افتخار چوہدری دو تین ماہ بعد جمنانہ میں کوئی نہ کوئی تقریب برپا کرہی دیتے ہیں۔ یہ میرے دوست بھی ہیں اور پیچ میٹ بھی۔ لہذا بے تکلفی کے ایک ماحول میں چند گھنٹے گزر جاتے ہیں۔ عمومی طور پر ”چاندنی لاڈنخ“ میں بیٹھتے ہیں۔ جہاں سب کچھ ہے۔ مگر چاند کی روشنی دیکھنے اور باہم پہنچنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ طویل ساہال ہے۔ جس میں رونق اور بے رونق ایک دوسرے سے گلے ملتے رہتے ہیں۔ عرض کرنے کا مقصد ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی جم خانہ کلب آنا جانا کسی نہ کسی صورت میں لگاہی رہتا ہے۔

بات جمنانہ کلب اور سماجی رویوں کی ہو رہی تھی۔ یہ تہذیب ہی کے حصے تھے یا بنا دیے گئے ہیں۔ مگر جب سے میں ”پنجاب کلب“ کا ممبر بنا ہوں، جمنانہ کلب سے کافی حد تک بلکہ بہت دور ہو چکا ہوں۔ قطعاً عرض نہیں کہ ان دونوں چوپالوں میں بہتر کون ہے یا اچھی کون سی ہے۔ میری دانست میں یہ دونوں کلب ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔ بہر حال یہ نکتہ آج موضوع ہے اور نہ ہی اسکو عرض کرنا مقصود ہے۔ آج مرکزی خیال صرف جمنانہ کلب کا فروری میں آنے والا ایکشن ہے۔ جسے سماجی چنانہ کا نام دینا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ ایکشن ایک عجیب و غریب سالفظ ہے۔ پاکستان میں اس لفظ سے بہت تنخ و اقعات بھی منسلک ہیں۔ یہ ایکشن ہی تھا جس نے ایسی بے ترتیبی برپا کر دی کہ ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ یہ ایکشن ہی تھا جس سے ایسی ”ادنی سیاسی قیادت“ وجود میں آگئی جس سے چھکارا حاصل کرنے کا کسی کو بھی کوئی طریقہ نہیں سو جھ رہا۔ وہ لوں کے ڈبوں سے کاغذ کے ٹکڑے نہیں بلکہ لوگوں کے مصائب اور دکھ برآمد ہوتے ہیں۔ بہر حال جمنانہ کلب میں پرانی روایت کے مطابق ”چنانہ“ ہونے جا رہے ہیں۔ اس ”جادوگری“ کا حد درجہ پر انہیں دید گواہ ہوں۔

آج سے دو دہائیاں پہلے پرویز مسعود پنجاب کے چیف سیکرٹری تھے۔ حفیظ اللہ الحق بھی کسی صوبائی محکمہ کے سیکرٹری

تھے۔ پرویز مسعود اس وقت کے صوبائی حکمرانوں کے ذاتی دوستوں میں سے تھے۔ اپنی سرکاری اتھارٹی کے سبب جمنانہ کا لیکشن جیتنا نکے لیے بچوں کا کھیل تھا۔ کلب میں انکا طوطی بولتا تھا۔ بڑی پرانی بات ہے۔ لوگوں کو شائد یاد بھی نہ ہو۔ پرویز مسعود اپنی مکمل سخت گیری کے ساتھ جمنانہ کلب پر بھی حکومت کرتے تھے۔ حفیظ اللہ سلحق کا بھی یہی طرز تھا۔ اس وقت میں ”مستقل ممبر“، نہیں تھا۔ مستقل اور عارضی ممبر میں صرف ایک فرق ہے کہ مستقل ممبر ووٹ ڈالنے کا اختیار رکھتا ہے اور عارضی ممبر صرف اور صرف ڈگڈگی پر تماشہ دیکھنے کے استحقاق کا مالک ہے۔ اس وقت کلب میں ایکشن ہر سال ہوا کرتا تھا۔ سال کے آخری دو مہینوں میں بہر حال گہما گہمی شروع ہو جاتی تھی۔ مصنوعی قسم کی مسکراہیں اور بغل گیری بڑھ جاتی تھیں۔ خراب تو یہ عروج پر ہے۔ پھر عجیب سا حادثہ ہوا۔ پرویز مسعود کے پینل کے خلاف نوجوان افسروں کا ایک پینل وجود میں آگیا۔ ان میں، سلمان صدیق اور رضیاء الرحمن سر فہرست تھے۔ یعنی یہ پہلی بار دیکھنے میں آیا کہ سینئر افسران کے مقابلے میں جونیئر افسران چناو میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حسب توقع پرویز مسعود جیت گئے۔ مگر نوجوان افسروں نے بھی غیر معمولی ووٹ حاصل کیے۔ ہوتا تو یہ چاہیے تھا کہ جس دن کلب کا ایکشن اختتام پذیر ہوا، اسی دن کلب کے سیاسی متحارب فریقین شیر و شکر ہو جائیں۔ مگر ایسا بالکل نہ ہو پایا۔ کلب کے ایکشن میں ایک دوسرے کی وقت مخالفت نے مستقل جڑ پکڑ لی۔ چھوٹی چھوٹی رنجشیں، معمولی معمولی باتوں کو کافی اہمیت حاصل ہو گئی۔ میرے لیے یہ سب کچھ حیرت انگیز تھا۔

بات کو آگے بڑھانے سے پہلے عرض کروں کہ اگلے سال دوبارہ ایکشن ہوئے۔ اس میں سلمان صدیق اور رضیاء الرحمن کا میا ب ہو گئے۔ سلمان صدیق چیئر مین بن گئے۔ پھر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ دوبار رضیاء الرحمن کلب کے چیئر مین قرار پائے اور اسی طرح، کئی بار سلمان صدیق اس منصب پر قائم ہوئے۔ لیکن بہترین دوست ہونے کے بعد بھی کلب کے ایکشن نے ان دونوں دوستوں کے درمیان کافی سماجی فرق ڈال دیا۔ کئی بار سوچتا تھا کہ بالآخر جمنانہ کلب کے چیئر مین یا صدر ہونے میں کون سا ایسا عنصر ہے، جس سے بہترین دوست بھی ایک دوسرے سے تلنخ ہو جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ احساس ہونے لگا کہ یہ چناو دیکھنے میں بالکل بے ضرر لگتا ہے۔ مگر اس سے سماجی دوریاں بڑھ جاتی ہیں۔ جمنانہ کی سیاست کے حوالے سے یہ میرے شعور کی پنچتگی کی پہلی منزل تھی۔ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو کلب کی سیاست سے دور کر لیا۔ جمنانہ آنا جانا حد درجہ کم کر دیا۔ پنجاب کلب اسکا ایک بہترین نعم البدل تھا اور ہے۔ ہاں ایک انتہائی اہم بات۔ ایک دہائی پہلے ایکشن سے پہلے دعوتوں کا اہتمام دیکھنے میں آیا۔ ہر متحارب فریق، کلب سے باہر، انتہائی پر تکلف دعوت کرتا تھا۔ بلکہ دعوتوں کا ایک عجیب ساتھی، جس کا مقصد صرف اور صرف ووٹ حاصل کرنا تھا۔ لازم ہے کہ ان دعوتوں کیلئے چناو لڑنے کے خواہشمند ممبر ان کی شر سرمایہ خرچ کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ حد درجہ بڑھتا چلا گیا۔ اب شائد عروج پر ہے۔ یا شائد عروج سے بھی آگے کا سلسلہ ہو چکا ہے۔ جیسے جیسے یہ امر بڑھتا گیا، اسکی ناسیب سے کلب سے دور ہوتا چلا گیا۔ میری فکر پہلے بھی یہی تھی اور آج بھی یہی ہے کہ کسی بھی ”سماجی چوپاں“، میں اتنی تند ہی اور شدت سے چناو کا اہتمام نہیں ہونا چاہیے۔ اتنا زیادہ پیسہ خرچ نہیں ہونا چاہیے۔ دعوتوں کا لامناہی سلسلہ بھی عجیب سا لگتا ہے۔ بہر حال یہ میری ذاتی سوچ ہے جو غلط بھی ہو سکتی ہے۔

ایک اور چیز دیکھنے میں آئی کہ کلب کے غیر متنازعہ ماحول میں چند لوگوں نے باقاعدہ ذاتی سیاست کی داغ بیل ڈال

دی۔ چند احباب تو ایسے تھے جو روزانہ کی بنیاد پر کلب میں آ کر باقاعدگی کے ساتھ لوگوں سے مصنوعی میل جوں بڑھاتے تھے کہ انہیں آنے والے ایکشن میں ووٹ کی ضرورت پڑیں گی۔ گزشتہ دہائی سے یہ عصر بار بار دیکھنے میں آ رہا ہے کہ ایک ایسی جگہ جہاں تمام ممبران آتے ہیں، جہاں لوگ ڈینی دباؤ کو کم کرنے کیلئے سپورٹس کیلئے آتے ہیں۔ جہاں اچھا کھانا کھانے کیلئے آتے ہیں۔ اس میں ایک عجیب سی تقسیم اور کھچاؤ کیوں پیدا ہوا ہے۔ کلب کے تمام ممبران محترم ہیں۔ انکے بالکل ایک جیسے حقوق ہیں۔ پھر فرق پیدا کرنے کی کوشش کیوں ہوتی ہے۔ انسانی رویوں کا ایک بے لائگ طالب علم ہوں۔ کئی بار میرے لکھنے سے دوست ناراض بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی جو درست سمجھتا ہوں، لکھتا چلا جاتا ہوں۔ میری سمجھ سے باہر ہے کہ ایک سماجی کلب میں ذاتی، گروہی اور نسلی سیاست کی کیا گنجائش ہے۔ متحارب پینل کی برائیاں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک دوسرے میں کیڑے نکالنا کہاں کی تہذیب ہے۔ ایک دوسرے سے ڈینی دوری کی کیا منطق ہے۔ کلب کے ممبران کو ایک فریق کے ساتھ دھڑا بنانے کا کیا جواز ہے۔ چناؤ پر اتنے پیسے خرچنے کی کیا ضرورت ہے۔ مصنوعی پی آر کا کیا مقصد ہے۔ دوبارہ عرض کرو زگا کہ ممکن ہے میری سوچ کو تصحیح کی ضرورت ہو، مگر کیا واقعی یہ سب کچھ ہونا چاہیے۔

اب جمانہ کلب میں ایکشن تین سال کی مدت کے بعد ہو رہا ہے۔ کامران لاشاری، سلمان صدیق اور مصباح الرحمن اس چناؤ کے سرخیل ہیں۔ دونوں پینل ایک دوسرے سے سبقت یجانے کی جان توڑ کو شکر رہے ہیں۔ میرے جیسے تہائی پسند انسان کو بھی لاتعداد پیغامات اور عوتوں نامے وصول ہوتے ہیں۔ ویسے ذاتی طور پر عرصہ دراز سے اس طرح کی کسی تقریب میں شرکت نہیں کرسکا، جہاں مقصد صرف اور صرف ووٹ ہوں۔ میرے جیسے طالب علم کی دانست میں سماجی کلب میں ایکشن ہونے ہی نہیں چاہیں۔ سنجیدہ طریقہ سے کلب کی متحرک ممبران کو اپنے میں سے بہترین صلاحیتوں والے لوگ سامنے کر دینے چاہیں۔ ان سے کلب کی بہتری کیلئے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ دوبار سے زیادہ کسی کو بھی کلب کی کسی کمیٹی کا ممبر نہیں ہونا چاہیے۔ کلب یا کلب سے باہر ممبران کیلئے کسی دعوت کا کوئی اہتمام نہیں ہونا چاہیے۔ اسیلے بھی کہ یہ عمل، دلوں میں کدو رتوں کی بجائے، ایک دوسرے کو قریب لانے کا باعث بن پائے۔ مگر یہ تو صرف ایک خواہش ہے اور زندگی خواہشات پر نہیں چلتی۔ اس برس ایکشن بالکل ہونگے۔ میں اور میرے جیسے اجنبی لوگ جمانہ کلب سے ڈینی طور پر مزید دور ہو جائیں گے!

راو منظر حیات